Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

معاصر اردو شاعری میں پاکستانی سماج کے نفسیاتی مسائل

"The Dominant Psychological Issues of Pakistani Society in the Contemporary Urdu Poetry"

ڈاکٹر نائلہ انجم[1] ڈاکٹر ریحانہ کوثر[2]

Abstract

This article aims at the depiction of collective and individual agony and problems faced by the modern society. The contemporary poetry is a portrayal of social differences and incidents that affect the conscious and subconscious of people. The ever-increasing rat race of materialism and lack of spirituality has drawn a deep chasm between the Madern Man, s soul and body. It has disrupted the harmony that existed before this chaos. The contemporary poetry defines the Man, s search for his identity, his deep-rooted self-doubt, sexual perversion and the disintegration of the basic structure of religion and morality through various poetic modes. This paper aims to analyze such images, metaphors and symbols used in the contemporary poetry in the same context.

Keywords: psychological, society, contemporary, poetry, conscious

عصرِ جدید میں زندگی میں تیز اور حیران کن تبدیلیاں آئی ہیں۔ زمانے کے برق رفتار تغیر میں استعجاب اور حیرت کے بہت سے سامان پیدا ہو چکے ہیں۔ ہنر مندوں کی جگہ بے ہنروں کا راج ہے۔ افراد میں ناکامی، ناامیدی، محرومی اور اُجاڑ پن در آیا ہے۔ سماجی زندگی میں پڑنے والے رخنے اور پیش آمدہ بحران تذبذب و تحیر کا باعث تو ہیں ہی یہ نفسی پیچیدگیوں اور المیوں کو بھی جنم دے رہے ہیں۔ زندگی کی بے معنویت، اخلاقی و روحانی خلا، ذات کا کرائس، فرد کی گم شدگی، حالات کا جبر، اقدار کی پامالی اور اس طرح کے دیگر محرکات و مسائل انسان کے دل و دماغ میں اور زندگی کے بہتے دھارے میں شامل ہیں۔ انفرادی سوچ اور شخصی جذبے کے اظہار

۱۔ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین، یونیورسٹی لاہور
۲۔ صدر شعبہ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین، یونیورسٹی لاہور

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

کی راہ میں قدغنیں ہیں۔ معاشرتی زندگی پر مادہ پرستی کی آہنی گرفت، مجمع اور بھیڑ میں رہ کر بھی خوف ناک بے کسی، دولت اور ذرائع کی تقسیم میں عدم توازن، اخلاقی قدروں کی پامالی، فکر و معاش کی جبریت اور بے چارگی نے حساس طبائع کو متاثر کیا ہے۔ آج زندگی بے سپاٹ، بے روح، بے رنگ اور یک رخی محسوس ہونے لگی ہے۔ شعرائے کرام نے اپنے حسّی، ذہنی تجربوں اور مشاہدہ احوال کی مدد سے ان مسائل کو شاعری میں پیش کیا ہے۔

عہدِ حاضر میں زندگی کی قدروں پر کاری ضرب پڑنے سے تعفن زدہ سوچ راسخ ہوتی جارہی ہے۔ زندگی بعض صورتوں میں اپنی معنویت کھونے لگی ہے۔ ایسے میں الٰہیات اور انسانیت کے تمام فلسفے بے معنی لگنے لگتے ہیں۔ اردو شاعری میں شعرائے کرام سے شعوری و لاشعوری طور پر ان مسائل کے بیان سے گریز ممکن نہیں ہو سکا اور انھوں نے بہت شد و مد کے ساتھ ان محسوسات کو شعر کا پیکر عطا کیا ہے۔ انسانی جبلت میں قید و بند کو قبول کرنے کی صلاحیت ایک حد تک ہوتی ہے وہ فطری طور پر آزادی کو پسند کرتا ہے۔ دوسری طرف یہ بات حقیقت ہے کہ متمدن معاشرے انسانی خصائص سے متصف ہوتے ہیں اور زندگی قواعد و ضوابط کے تحت ہی گزاری جاتی ہے لیکن عمرانی زندگی میں افراتفری، ریاکاری، نفسا نفسی اور جذبہ و احساس کی شدت میں کمی واقع ہو جائے تو فرد اور معاشرے کے درمیان اجنبیت اور سرد مہری کی دیواریں بلند ہونے لگتی ہیں۔ ایسے میں انسان شناسا چہروں اور اپنائیت کا لمس تلاشتا پھرتا ہے۔

دنیا ایک گلوبل ویلج بن گئی ہے۔ سوشل اور الیکٹرانک میڈیا نے فاصلوں کو یکلخت مٹا دیا ہے۔ اس کے باوجود احساسِ بیگانگی کی لہریں انسانی وجود کو گھائل کر رہی ہیں۔ جدید زندگی عجب افراتفری کا شکار ہے۔ بظاہر عروج آدمیت کے بہت سے مرحلے طے ہو چکے لیکن انسان کے داخل اور خارج کے مابین بُعد اور تناؤ نے ٹوٹ پھوٹ کے عمل کو تیز کر دیا ہے۔ جذباتی گھٹن، باہمی کشیدگیاں اور معاشرتی قدغنیں حصارِ ذات میں قید ہو جانے پر مجبور کر رہی ہیں۔ غیر یقینی صورت حال اور عدم اطمینان کے نتیجے میں خارجی ماحول سے کٹ جانے والا انسان ذہنی فرار حاصل کر کے آسودگی اور عافیت محسوس کرنے لگا ہے۔ شعرائے کرام نے انسان کی اس بے گانگی اور تنہائی کو شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ اکلاپے، سناٹے اور غیریت کی خلیج گہری کرنے میں انفرادی اور اجتماعی بے حسی کو دخل ہے۔ تیقن کی کمی، احساس، اشیا اور اس کے متعلقات سے غیریت پیدا کر دے تو زندگی کی متحرک اور روشن تصاویر کے مدمقابل افسردگی اور تنہائی کا راج ہی ہو گا۔ اشعار ملاحظہ کیجیے:

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ے ہر طرف اک اتھاہ سناٹا (۱)
چاپ اپنی ہی گونجی ہے فقط

تنہائی کے ہول نگر میں
شب بھر گرتے پتوں کی آوازیں چنتا رہتا ہوں
اپنے سر پر تیز ہوا کے نوحے سنتا رہتا ہوں (۲)

ے کیسے ٹوٹے ہیں دلوں کے باہمی رشتے نہ پوچھ (۳)
ہے نگر آباد اور ہر شخص تنہا ہو چکا

ے اک پل کسی درخت کے سائے میں سانس لے (۴)
سارے نگر میں جاننے والا کوئی تو ہو

ے آنگن میں دیوار اٹھانے کی کچھ ایسی ریت چلی (۵)
اپنی آگ میں جل جاتے ہیں اک دوجے سے اوجھل لوگ

ے مقابلہ تو حریفوں سے ایسا سخت نہ تھا (۶)
جو میرا خود سے تصادم ہے معرکہ وہ ہے

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ے ساری دنیا کو تو اپنا کر لیتے ہیں (۷)
اپنی ذات مگر بیگانی رہ جاتی ہے

ے سب کے سب لوگ ہیں اپنے ہی حال میں بے تحاشا مگن (۸)
ایک دوجے سے پھر بھی یہی پوچھنا اور کیا حال ہے

وہ معاشرے جو تہذیبی عناصر کے اسیر ہوں اور استحصالی قوتوں کی لپیٹ میں ہوں وہاں بالعموم انفرادی اور اجتماعی رویوں میں توازن کی کمی دیکھی جاسکتی ہے اور بادی النظر میں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ خوشیاں کشید کرنے کے مواقع کم ہیں۔ الم ناک عصری حقائق اور رویے زندگی میں خلش اور کسک پیدا کرتے ہیں۔ انسان ماحول اور بسا اوقات خود سے بے گانگی محسوس کرنے لگتا ہے اور ہجوم میں مہربان مسکراہٹ کا متلاشی ہوتا ہے:

ے بکھری ہے ماحول میں جیسے اک وحشت (۹)
پھیلی ہے ہر سمت کوئی بے نام کسک

ے نفرتوں کی آگ نے گھیری ہوئی ہیں بستیاں (۱۰)
ہر مکاں سے اٹھ رہا ہے اجنبیت کا دھواں

ے اپنے چہرے کی پہچان اب تک نہیں (۱۱)
آئینہ دیکھتے ایک مدت ہوئی

سلیم الرحمٰن کی نظم سے ایک مثال دیکھیے:

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

مرے سامنے ایک پھیلا ہوا جال ہے راستوں کا
قطاریں ہیں بجلی کے کھمبوں کی اونچے مکانوں کی پیڑوں کی
لیکن کوئی راستہ کوئی بھی روشنی
کوئی کھڑکی کسی پیڑ کا سایہ ایسا نہیں ہے
جسے دیکھ کر
مہربان آنکھ کی مسکراہٹ مجھے یاد آئے(۱۲)

عہدِ جدید نے بے یقینی اور عدم اعتماد کی جو گھمبیر فضا پیدا کی ہے اس سے فرد کی باطنی شخصیت مسخ ہو رہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ انسان زندگی سے لاتعلقی اور لوگوں سے بیگانگی اختیار کر کے داخل میں گم ہو جانے کو ترجیح دیتا ہے۔ جذباتی و ذہنی بحران کا شکار انسان وجود کی لایعنیت کے احساس میں مبتلا ہے۔ شکستہ خوابوں اور زندگی کی بے معنویت کے مابین فرد کی شناخت کا مسئلہ پیدا ہوا ہے۔ مسلسل اور مستقل خوف کے نتیجے میں کچھ کھو جانے کا احساس غالب ہے۔ انسان اپنے ماحول، گرد و پیش کی اشیا اور لوگوں سے مغائرت برتتا ہے۔ ایسے میں اپنی ہی ذات کے خول میں گم ہونا ہی بہتر ہے۔ فاروق علی لکھتے ہیں:

> ”آج کا انسان جتنا اپنے آپ سے باہر آیا ہے اتنا ہی اندر بھی اترا ہے۔ اسی چک پھیری نے اسے اور بھی گھمبیر بنا دیا ہے۔ باہر کی فضا میں اس کی اپروچ سائنٹفک ہے اور اندر کی فضا میں دیومالائی اور آسیبی، کبھی کبھی شاعر کا تجربہ ان کی جگہیں تبدیل کر کے کچھ نئے زاویے بھی تلاش کرتا ہے۔ اس ساری سعی میں اکائی کل کا نمائندہ بنی رہتی ہے۔ البتہ نیا شاعر نئی اور ننگی سچائیوں کو اپنی کرچیوں سے انعکاس اور انعطاف کے لیے زاویے بانٹتا ہے۔ نفسیات انسانی کی نئی دریافتیں اس کے ہاں کروٹیں لیتی ہیں۔ وہ خوابوں سے لاشعور کا پتا لینے اور خارج سے باطن کی طرف سفر میں قاری کو دوسری ذات تصور نہیں کرتا اسی لیے پرانا قرینہ اس کا حربہ نہیں ہے۔“(۱۳)

اس حوالے سے چند مثالیں دیکھیے:

؎ دھوپ لگتی ہے تو جا کر بیٹھ جاتا ہوں وہاں (۱۴)

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

میرے اندر ہی کچھ اتنا سایہ اشجار ہے

ذات کا خول بہت پختہ ہے

بے در بے روزن

اندر کی باتیں ہیں اندر

باہر کی اس پار(۱۵)

ے تم مجھ سے نہ مل پاؤ گے ہر گز کہ مرے گرد (۱۶)

دیوار ہی دیوار ہے دروازہ نہیں ہے

زندگی کے تقاضوں کے تحت طرزِ احساس اور اندازِ فکر میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ اس تبدیلی کے پیچھے سیاسی و سماجی، اقتصادی و نفسیاتی عناصر کی کار فرمائی ہوتی ہے۔ انسان رشتوں اور گرد و پیش سے قدرے کٹ جاتا ہے۔ زندگی بے معنی اور بے اثر معلوم ہونے لگتی ہے۔ گویا خارجی حالات کے تحت ہی داخلی زندگی میں مثبت یا منفی تبدیلی آتی ہے۔ خارجی زندگی کی بدصورتی سے منہ پھیر کر داخلیت میں پناہ گزیں ہونے کے باوجود وجود کی کش مکش برقرار رہتی ہے۔ زندگی کے بے معنی اور مخدوش ہونے کا احساس، باطن کی ناآسودگی، بے یقینی اور خوف سارے میں پھیل جاتا ہے:

کبھی محسوس کرتا ہوں کہ میں آخر کہاں پر ہوں

ہوا میں یا زمیں پہ یا فضا کی گزرگاہوں میں

کہیں بھی میں نہیں ہوتا

کہاں ہوں میں نہیں کوئی پتہ مجھ کو

مکاں سے لامکاں کے سفر میں گم تھا

ہوا میں یا معلق تھا

نہیں کوئی پتہ مجھ کو

مجھ کو اپنے نہ ہونے کا کوئی غم بھی نہیں ہوتا

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اگر میں تھا تو کیا تھا

میں اکثر سوچتا ہوں میرے ہونے سے ہے کیا حاصل

زمانہ اور گزرے گا تو میری نسل آئے گی

کبھی شاید وہ سوچے گی کہ اس کے ہونے سے حاصل

نہیں کچھ بھی نہیں حاصل

یہاں ہونے سے دکھ ہے آنکھ کے صدمے اٹھانے کا

زمین کی غربتوں کا ذلتوں کا اور نفرت کا

میں اکثر سوچتا ہوں میں جو نہ ہوتا تو بہتر تھا(۱۷)

غزل سے ایک شعر ملاحظہ کیجیے:

؎ رات عجب آسیب زدہ سا موسم تھا (۱۸)

اپنا ہونا اور نہ ہونا مبہم تھا

وزیر آغا نے اسی حوالے سے کچھ یوں اظہار کیا ہے:

سوچ کی لہریں۔۔اندھی، پاگل

اور ہوائیں

نشے کی حالت میں۔۔گھائل

میں اک نقطہ

وہ کھلی ہوئی سی آنکھ کہ جس میں

ایک خلا ہے

جس کے چاروں جانب اک کہرام بپا ہے(۱۹)

تبسم کاشمیری کی نظم "کب سے اپنی تلاش" سے یہ مثال ملاحظہ کیجیے:

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

میں کب سے اپنی تلاش میں ہوں
میں کب سے خود کو تلاش کرتا زمیں کے تلووں کو چاٹ آیا
زمیں کی پوشیدہ سطحوں پہ میں جھانک آیا
میں تار لمحوں کے ساحلوں کی ترائیوں میں لڑھک لڑھک کر
میں دلدلوں کی اتھاہ پکڑ میں جکڑ گیا ہوں
میں حیرتوں کے مہیب جنگل میں گم ہوا ہوں
میں سبز کائی میں کھو گیا ہوں
میں آپ اپنی تلاش کرتا
زمیں کے چہرے پہ ریزہ ریزہ بکھر گیا ہوں۔(۲۰)

شہزاد احمد کی نظم سے زندگی کی مسلسل تگ ودو اور معاش کی فکر نے ذہنی دباؤ کی جو شکل اختیار کی ہے اس کا یہ اظہار دیکھیے:

اپنے آپ سے لڑتے لڑتے ایک زمانہ بیت گیا
اب میں اپنے جسم کے بکھرے ٹکڑوں کے انبار پہ بیٹھا
سوچ رہا ہوں
میرا ان سے کیا رشتہ ہے
ان کا آپس میں کیا رشتہ ہے
کون ہوں میں(۲۱)

؎ گم ہو گیا ہوں کش مکش روزگار میں (۲۲)
میں دور جا چکا ہوں مجھے اب صدا نہ دے

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

دن تو کاروبار جہاں میں کٹ جاتا ہے (۲۳)
ساتھ اکیلے رات نبھانی رہ جاتی ہے

انسانی زندگی بہت سے خانوں میں بٹ چکی ہے۔ زندگی کے دائروی سفر میں مرکزیت کہیں نہیں ہے۔ منتشر الذہن فرد وسوسوں اور اندیشوں میں گھرا ہے۔ یہ آج کے انسان کے وہ نفسیاتی اور لاشعوری بھید ہیں جنھیں شعرا نے تخلیقی عمل کی وساطت سے پیش کیا ہے۔ شاعر ماحول اور واقعات کے باطن میں اُترتا ہے اور داخل کے پردے میں اجتماعی نفسیاتی پیش کرتا ہے تو یہ کہتا ہے کہ:

نئے نئے منظروں کی خواہش میں اپنے منظر سے کٹ گیا ہوں
نئے نئے دائروں کی گردش میں اپنے محور سے ہٹ گیا ہوں
صلہ، جزا، خوف ناامیدی
امیدی، امکان، بے یقینی
ہزار خانوں میں بٹ گیا ہوں (۲۴)

ایک اور مثال دیکھیے:

کل کا دن کیسے کٹے گا
آج کی شب کس طرح
اور شب سے پہلے شام کیسے
اتنے سارے کام کیسے ہو سکیں گے
اتنی سوچوں کو اکٹھا کر کے کتنا منتشر رہتا ہوں میں (۲۵)

یہ باطنی ہیجان اور خلفشار شاعر کے ذاتی اور اجتماعی لاشعور کی پیداوار ہے۔ اخلاقی اقدار کی شکست وریخت اور مذہب پر سے یقین اٹھ جانے سے ہولناک نتائج بر آمد ہوئے ہیں۔ خوف وہراس کی متنوع صورتوں میں گھرا انسان یا تو مفاہمت کا راستہ اختیار کرتا ہے یا فرار حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ آج کے انسان میں ڈیپریشن، بیزاری، منفی جذبات حتیٰ کہ خودکشی کی خواہش بڑھ گئی

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

ہے:

روگ ہی روگ ہیں جس طرف نظر جاتی ہے
پھر بھٹکتا ہوں فقط موت مجھے بھاتی ہے
گرچہ یہ خوف کہ دیوانہ کہے گی دنیا
گرچہ یہ ڈر کہ میں سچ مچ ہی نہ پاگل ہوں جاؤں(۲۶)

اگرچہ یہ فراریت شکست خوردگی کی علامت اور ایک انفعالی رویہ ہے لیکن ٹوٹ پھوٹ کے شکار معاشروں میں منفی مزاج اور رویوں کا پنپنا فطری امر ہے۔ حقیقی بشاشت زندگی سے عنقا ہو، تمام کام، مسکراہٹیں اور قہقہے رسمی کارروائی بن جائیں تو زندگی ایسی ہی بے کیف و بے لطف محسوس ہونے لگتی ہے:

دریائے حروف بہہ رہا ہے
ہر شخص بس اپنی کہہ رہا ہے
جذبوں کو پناہیں مل رہی ہیں
آپس میں نگاہیں مل رہی ہیں
لیکن مری کیفیت عجب ہے
اک درد ہے اور بے سبب ہے
جی زیست سے بھر گیا ہو جیسے
شیشہ سا بکھر گیا ہو جیسے (۲۷)

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

میں اپنے آپ سے اکتا گئی ہوں
ٹھیک ہے
ایسا بھی ہوتا ہے

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

میں اپنے کام سے بھی تھک گئی ہوں
یہی لکھنا، لکھانا اور کیا
اب دل نہیں لگتا(۲۸)

احساسِ نفس اور تعینِ ذات کے ادراک کے سفر میں انسان جوں جوں آگے بڑھ رہا ہے۔ بے یقینی اور عدم اطمینانی کا دائرہ پھیل رہا ہے۔ اسی سے نفسیاتی الجھنوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ خود سے بے زاری، اشیا و افراد سے دوری، ڈیپریشن اور دیگر نفسیاتی مسائل کی وجہ مذہب سے دوری ہے لیکن ہمارے عہد کا المیہ یہ ہے کہ ہر دوسرا فرد اس کا شکار ہے۔ اپنے نامکمل ہونے کا شدید احساس اور کچھ چھن جانے کا خوف غالب ہے۔ احباب کے مجمع میں رہتے ہوئے بھی محسوس ہوتا ہے کہ کسی کو کسی کے دکھ درد سے سروکار نہیں۔ ایسے میں فرد کی دنیا کرب سے تشکیل پاتی ہے اور شاعر ایسے افراد کے احساس کی آواز بن کر کہتا ہے:

جب مجھ کو نصیب ہر خوشی ہے
پھر دل میں نہ جانے کیا کمی ہے
کیا جانیے دل اداس کیوں ہے
دریا پہ بھی آ کے پیاس کیوں ہے(۲۹)

خوابوں کی تعبیر اور عدم تعبیر کا سلسلہ محض نظری یا خیالی نہیں ہوتا بلکہ اس میں بعض حسّی تجربوں کی بھی شمولیت ہوتی ہے اور شکستہ خوابوں کے پے در پے سلسلے ذہنی خلجان پیدا کرتے ہیں۔ انسان بے تعبیر خوابوں سے ڈرتا ہے۔ آج کے افراد کی ذہنی پراگندگی کا یہ عالم ہے کہ اس پر لاحاصلی کا خوف طاری ہے اور وہ خواب دیکھنے سے بھی گریزاں ہے۔

؎ میں جلا دوں گا اسے آج بھی چوراہے پر
یہ جو اک خواب کا پتلا نظر آتا ہے مجھے (۳۰)

؎ رات بھر ہم جوڑتے رہے ہیں ٹکڑے خواب کے
صبح ہوتے بھول بھی جاتے ہیں اپنے سارے خواب (۳۱)

آج کے انسان کی منزل نامعلوم ہے اور وہ منزل کے نہ ہونے کے احساس میں مبتلا ہے۔

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

؎ مرے سامنے صلۂ سفر نہیں آ رہا (۳۲)
کہ رواں ہوں دیر سے اور گھر نہیں آ رہا

تشکیک پسندی اور واہموں میں گھرے انسان کی ذہنی و جسمانی صحت بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ اعلیٰ اخلاقی و سماجی اقدار کے ترک کیے جانے کے پس پشت خواہ محرکات کچھ بھی ہوں اس صداقت سے منہ نہیں موڑا جا سکتا کہ آج کے انسان کی بڑھتی ہوئی نفسی و ذہنی الجھنوں واہموں اور تشکیک کے پیچھے سماجی ڈھانچہ اور معاشرتی اجتماعی رویے ہیں۔ سماجی نفسیاتی اور تخریبی قوتوں سے آگہی کی یہ صورتیں ملاحظہ کیجیے:

میں خلا میں ہوں کہ ہے مرگ مرا وہم و گماں
کوئی چہرہ نہیں یا اندھی ہیں میری آنکھیں
کوئی سنتا نہیں یا گنگ ہے لب کی جنبش
میں سفر میں ہوں کہ چلتی ہے زمیں
میں یہاں ہوں کہ نہیں
ہوں میں نہیں ہوں کہ نہیں میں کہ یہاں ہوں کہ نہیں
کوئی نہیں کوئی نہیں کوئی نہیں (۳۳)

؎ یہ جو وہم ہے مرے روبرو کو سمیٹنے نہیں دے رہا (۳۴)
مرے اندرون کے خاک و خشت پہ سو گماں بچھا ہوا

زخموں پر پھاہا رکھنے والا اور ہمدرد انسان جب نہیں ملتا تو انسان بے اختیار کہہ اٹھتا ہے:

بے گوش خود کلامی، ہمکلامی
کسے سناؤں
میں تجربوں کی محیط دلدل میں پھنس گیا ہوں
قبیح عقرب کے سرسراتے غلیظ پھندے میں

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

پھنس گیا ہوں
کسے سناؤں میں وارداتِ زوال انسان
کسے بتاؤں میں رمز خونِ جلالِ دوراں
یہ کان جیسے کہ جھڑ گئے ہیں
دماغ سارے سکڑ گئے ہیں
حواس آفت سے ڈر گئے ہیں(۳۵)

امجد اسلام امجد کی نظم "جادو کا شہر" سے مثال دیکھیے:

حرف لفظوں سے جدا ہیں
کور چشم باز ہے
کون سا دشمن ہے میرا
کون سا ہمراز ہے
سینکڑوں چہرے ہیں لیکن
آشنا کوئی نہیں
ایک سی شکلیں ہیں سب کی
ایک سی آواز ہے(۳۶)

اسی وہم اور تشکیک پسندی نے جذباتی اور روحانی خلا پیدا کیا ہے۔ غیر محفوظ ہونے کا احساس بڑھ گیا ہے اور رگ وپے میں اداسی اترتی محسوس ہوتی ہے۔ یہ مایوسی کی اور قنوطیت کی طرف ملنے والے اشارے زندگی کو اندوہ کا مجموعہ بنا رہے ہیں اور حالات کے سامنے سینہ سپر ہونے کی بجائے یاسیت اور مایوسی کا لبادہ اوڑھنے کا رویہ منفی رجحانات کے فروغ کا باعث ہے۔ نصیر احمد ناصر کی نظم "اداسی مجھے تخلیق کرتی ہے" سے مثال دیکھیے:

ہر روز ایک نئی نظم میں

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

میں جنگلوں اور پہاڑوں کے گیت سنتا ہوں
اور زمانوں کی قدامت میں گونجتا ہوں
میں بے گزر دراز راستوں کا راگ ہوں
اور ہوا کے قدموں کی سُرملی صدا
میں راتوں کا آرکیسٹرا ہوں
اور دنوں کے البم میں محفوظ کیا ہوا نغمہ ساز
میں زندگی کے شور میں سنائی نہیں دوں گا(۳۷)

آج کے انسان پر ملکی سیاست کے دگرگوں حالات اور بین الاقوامی فکری و سماجی انتشار سے پیدا ہونے والا خوف اعصاب پر طاری ہو چکا ہے۔ خیالات کی پراگندگی اور ذہنی انتشار نے گنجلک احساس کی ڈور میں الجھا دیا ہے۔ معاشرتی بدصورتیاں، ذاتی ناکامیاں، نامکمل خواہشات اور خوف و تذبذب آسیب، بھوت اور چھلاؤں کا روپ دھار کر انسان کی راہ میں حائل ہیں۔ اس حوالے سے مثالیں دیکھیے:

؎ نکل آیا ہے سورج اور مری آنکھیں نہیں کھلتیں (۳۸)
میں ڈرتا ہوں نہ جانے آج کا اخبار کیا ہو گا

؎ گھر سے نکلیں تو یہ ڈر لگتا ہے (۳۹)
لوٹ کر ہم جو آ سکے نہ کبھی

صدیوں کے فاقوں کو گھڑی میں باندھے ہوئے
ہم مقدر کے شہروں میں بکھرے ہوئے
راستوں کی بجھارت میں نکلے
مگر واپسی سر میں اڑتی ہوئی موت کی راکھ تھی

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

صبح سب نے مؤذن کی آواز پر یہ کہا

جو گیا تھا وہ واپس نہ آیا(۴۰)

ایسے چٹخے ہوئے اعصاب کی وجہ سے انسان نیند کی راحت سے محروم ہو چکا اور جگر اتا اس کا مقدر ہے:

نیند کا پنچھی

چپکے چپکے میری آنکھوں تک آیا

لیکن آنکھوں کے دروازے بند پڑے تھے

شب بیداری کی برکھا سے

دروازے کے کواڑوں پر

زنگ کی لال تہیں پھیلی تھیں(۴۱)

انسان ذاتی آشوب، عصری تلخیوں اور نفسیاتی پیچیدگیوں سے فرار کے لیے فطرت کی طرف مراجعت پر مجبور ہے۔ انسان کو جب کوئی محرم اور آشنائے حال نہیں ملتا تو فطرت کی آغوش سکون دیتی ہے۔ فطرت سے حظّ اٹھانا انسانی سرشت میں شامل ہے لیکن فطرت سے رابطے کی ایک اہم وجہ ذہنی ناآسودگی اور احساسِ تنہائی ہے۔ پاکستانی شعرا نے اس ضمن میں کہیں تصاویر اور کہیں تمثیل کی مدد سے ان رویوں کی عکاسی کی ہے۔

؎ گھول جا دن بھر کا حاصل اس دلِ بے تاب میں
ڈوب جا اے ڈوبتے سورج مرے اعصاب میں

(۴۲)

پاکستانی شعرائے کرام کے ہاں فردِ واحد کی ذہنی و نفسی کیفیات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ خاص طور پر نوجوانو میں داخلی اور خارجی محرکات نے لاشعوری پیچیدگیوں کا تناسب بڑھا دیا ہے۔ عنفوان شباب میں جذبات سے معمور انسان سماجی قدغنوں کا بار زیادہ محسوس کرتا ہے۔ تخیل کے دھارے میں بہنے والے میں حقیقت کا شعور بیدا ہوتا ہے تو ٹوٹ پھوٹ کا عمل تیز تر ہو جاتا ہے:

ہڈیاں دکھنے لگتی ہیں

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جبڑے سن ہو جاتے ہیں
آنکھیں پتھرا جاتی ہیں
ذہن اُبلنے لگتا ہے
سب کچھ گُڈمُڈ ہو جاتا ہے
سب کچھ ساکت ہو جاتا ہے
اور دل تیز دھڑکتا ہے۔(۴۳)

بحیثیت مجموعی کہا جا سکتا ہے کہ پاکستانی شعرا کے ہاں باریک بینی سے آج کے انسان کا نفسیاتی مطالعہ اور اطراف کا عمیق مشاہدہ شاعری میں سمو دیا گیا ہے۔ آج کی شاعری میں ذہنی رویوں پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔ شعرا نے انسانی نفسیات کی گرہیں کھولی ہیں۔ شعور و لاشعور کی کش مکش میں جیتے انسانوں کے ہاں وجود کی شناخت اور تشخص کے کھوج کا عمل تواتر سے ملتا ہے۔ شعرا نے فرد کے خارج اور باطن میں ابھرنے والے تضادات کو بخوبی گرفت میں لیا ہے۔ خارجی حالات کے نتیجے میں متاثر ہونے والی داخلی کیفیات اور اس پر نفسیاتی ردعمل کی پیش کش کے حوالے سے شعرا کی کاوش عمدہ ہے۔ عصری شاعری، سماجی تغیرات، شعور اور لاشعور پر اثر انداز ہونے والے واقعات کی کہانی ہے۔ زندگی کی ہنگامہ خیزی اور مادی ترقی کے نتیجے میں عدم اعتماد، غیر یقینی صورتِ حال، اخلاق و مذہب کی شکست و ریخت بے راہ روی اور حقائق سے چشم پوشی نے ذہنی و نفسیاتی خلفشار میں اضافہ کیا ہے۔ آج کا انسان ماضی کی نسبت، ذہنی تناؤ، تنہائی اور بے گانگی کا شکار ہے۔ باطنی و خارجی مشاہدات و تجربات کی روشنی میں فرد کی ذہنی و قلبی اور نفسی کیفیات کا بیان بھی نیا نہیں ہے۔ نارسائی اور ناآسودگی کا احساس تو ہمیشہ سے انسان کے ساتھ لازم ہے لیکن سائنسی و مادی ترقی، سماجی اقدار اور اخلاقیات کے بدلتے پیمانوں نے اس میں کئی گنا اضافہ ضرور کیا ہے۔ باطنی تصادم، بیرونی دباؤ اور اندرونی کشمکش کے نتیجے میں پاکستانی سماج میں رہنے والا نوجوان بالخصوص نفسیاتی مسائل کا شکار ہے۔ آج کے انسان کے بعض ناگوار اور تلخ رویوں کے پس پشت تعلیم و تربیت کے بدلتے انداز و میلانات اور جانبدارانہ طرزِ عمل کا دخل ہے۔ رویوں کے تعین میں گھریلو اور خاندانی ماحول بلاشبہ اہم ہوتا ہے لیکن انسان جو معاشرتی حیوان ہے کسی نہ کسی طور معاشرے کے اجتماعی ماحول سے بالواسطہ اور بلاواسطہ اثرات قبول کرتا ہے۔ سیاسی، سماجی مذہبی اور اقتصادی مسائل کے شخصیت پر اثرات نظر آتے ہیں۔ خصوصاً ایسا معاشرہ جہاں لوگوں کی مخفی و مضمر صلاحیتیں پردہ

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اخفا سے باہر نہ آ سکیں اور عفریت نے معاشرے کو جکڑ رکھا ہو۔

حوالہ جات

۱۔ خورشید رضوی، ڈاکٹر۔ شاخ تنہا، مشمولہ، یکجا (کلیات)۔ لاہور: الحمد پبلیکیشنز، ۲۰۰۴ء۔ ص ۶۵

۲۔ امجد اسلام امجد۔ خزاں کے آخری دن۔ لاہور: ماورا پبلشرز۔ ۱۹۹۱ء، ص ۴۳

۳۔ شہزاد احمد۔ دیوار پہ دستک۔ لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۹۱ء۔ ص ۶۶۳

۴۔ کشور ناہید۔ لب گویا۔ لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۹۱ء۔ ص ۹۵

۵۔ سلیم کوثر۔ اک عہد ابھر رہا ہے مجھ میں۔ کراچی: ویلکم بک پورٹ، ۱۹۹۶ء۔ ص ۱۳۷

۶۔ زہرا نگاہ۔ فراق۔ کراچی: شہرزاد، ۲۰۰۹ء۔ ص ۷۰

۷۔ سرمد صہبائی۔ پل بھر کا بہشت۔ لاہور: دستاویز، ۲۰۱۲ء۔ ص ۳۶

۸۔ اسلم کولسری۔ جیون۔ لاہور۔ القمر انٹرپرائزز، ۱۹۹۶ء۔ ۱۴۸

۹۔ حمیدہ شاہین۔ دستک۔ لاہور: روش پبلیکیشنز، ۲۰۰۵ء۔ ص ۷۲

۱۰۔ ایضاً۔ ص ۱۱۶

۱۱۔ ایضاً۔ ص ۵۰

۱۲۔ سلیم الرحمن۔ شام کی دہلیز۔ لاہور: مکتبہ جدید ادب، ۱۹۶۲ء۔ ص ۲۹

۱۳۔ فاروق علی۔ نیا شعری تناظر، مشمولہ، پاکستانی ادب و تنقید (مرتبہ)۔ رشید امجد، فاروق علی۔ راولپنڈی۔ فیڈرل گورنمنٹ سرسید کالج، ۱۹۸۲ء۔ ص ۶۸۶

۱۴۔ ظفر اقبال۔ اب تک (جلد دوم)۔ لاہور: ملٹی میڈیا افیئرز۔ ۲۰۰۵ء۔ ص ۸۴۷

۱۵۔ خورشید رضوی۔ امکاں، مشمولہ، یکجا (کلیات)۔ ص ۳۶

۱۶۔ خورشید رضوی۔ رائگاں۔ مشمولہ یکجا۔ ص ۱۱۸

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۱۷۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر۔ پرندے پھول تالاب۔ لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۹۶ء۔ ص ۴۲۔ ۴۳

۱۸۔ زہر انگاہ۔ فراق۔

۱۹۔ غلام حسین اظہر، پروفیسر (مرتب) وزیر آغا کی نظمیں۔ سرگودھا: مکتبہ اردو زبان، ۱۹۷۴ء۔ ص ۷۳

۲۰۔ تبسم کاشمیری، ڈاکٹر۔ پرندے پھول تالاب۔ ص ۱۰۰

۲۱۔ شہزاد احمد۔ دیوار پر دستک۔ ص ۶۱۹

۲۲۔ ایضاً۔ ص ۹۱

۲۳۔ سرمد صہبائی۔ پل بھر کا بہشت۔ ص ۳۶

۲۴۔ افتخار عارف۔ حرف باریاب۔ کراچی: مکتبہ دانیال، ۱۹۹۴ء۔ ص ۲۷

۲۵۔ مبارک شاہ، سید۔ مدارِ نارسائی میں۔ لاہور: بک ہوم، ۲۰۱۰ء، ص ۲۳

۲۶۔ زاہد ڈار۔ درد کا شہر۔ لاہور: نئی مطبوعات، ۱۹۶۵ء۔ ص ۳۳

۲۷۔ سعود عثمانی۔ بارش۔ لاہور: کتب نما، ۲۰۰۷ء۔ ص ۱۵۲۔ ۱۵۳

۲۸۔ زہر انگاہ۔ فراق۔ ص ۶۰

۲۹۔ سعود عثمانی۔ بارش۔ ص ۱۵۴

۳۰۔ ظفر اقبال۔ اب تک (جلد دوم)۔ ص ۸۴۵

۳۱۔ زہر انگاہ۔ فراق۔ ص ۴۸

۳۲۔ ظفر اقبال۔ اب تک (جلد دوم)۔ ص ۸۲۲

۳۳۔ سرمد صہبائی۔ پل بھر کا بہشت۔ ص ۷۰۔ ۷۱

۳۴۔ ظفر اقبال۔ اب تک (جلد دوم)۔ ص ۱۰۰۳

۳۵۔ سعادت سعید، ڈاکٹر۔ کجلی بن۔ لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۱۹۸۸ء۔ ص ۵۳۔ ۵۴

۳۶۔ امجد اسلام امجد۔ خزاں کے آخری دن۔ ص ۶۶

Vol.4 No.4 2021
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۳۷۔ نصیر احمد ناصر۔ سرمئی نیند کی بازگشت۔ جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۷ء۔ ص ۲۰

۳۸۔ شہزاد احمد۔ دیوار پہ دستک۔ ص ۱۸۷

۳۹۔ مرتضیٰ برلاس۔ کلیات مرتضیٰ برلاس۔ عباس تابش (مرتب)۔ لاہور: الحمد پبلیکیشنز، ۲۰۱۱ء۔ ۴۵۹

۴۰۔ سرمد صہبائی۔ پل بھر کا بہشت۔ ص ۹۵

۴۱۔ شہزاد احمد۔ دیوار پہ دستک۔ ص ۶۳۶

۴۲۔ خورشید رضوی، ڈاکٹر۔ شاخِ تنہا، مشمولہ، یکجا (کلیات)۔ ص ۶۳

۴۳۔ انیس ناگی۔ صداؤں کا جہاں۔ لاہور: جمالیات، ۱۹۹۵ء۔ ص ۲۰